مطبوعات

سیرت سید احمد شہید | مولانا سید ابو الحسن علی صاحب ندوی۔ ضخامت تقریباً ۵۰۴ صفحات۔ قیمت دو روپے۔ پتہ:۔ محمد معین الدہر صاحب، نمبر ۳۷ گوئن روڈ، لکھنؤ۔

اس کے پہلے ایڈیشن پر ان صفحات میں اس سے قبل تبصرہ کیا جا چکا ہے۔ نہایت مسرت کی بات ہے کہ طبع دوم کی نوبت جلد ہی آگئی، اور اس سے زیادہ خوشی یہ دیکھ کر ہوئی کہ فاضل مولف نے اس دوسری اشاعت کو پہلے سے زیادہ مفصل، پُر از معلومات اور مفید مباحث پر مشتمل بنا دیا ہے۔ اب سے سوا سو برس پہلے اسلامی انقلاب برپا کرنے کے لیے جو عظیم الشان تحریک حضرت سید احمد بریلوی اور حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمہما اللہ کی سرکردگی میں اٹھی تھی اور جس نے تمام ہندوستان، بلکہ آس پاس کے ممالک تک میں روح اسلامی کی ایک زبردست لہر پھیلا دی تھی، اس کے متعلق پہلی مرتبہ اتنی تفصیلی معلومات اس قدر مستند ذرائع سے اردو زبان میں فراہم ہوئی ہیں۔ امید ہے کہ اس کا مطالعہ متعدد حیثیات سے مفید ثابت ہوگا، اور خصوصیت کے ساتھ وہ لوگ اس سے بہت فائدہ اٹھائیں گے جو اسی مقصد عزیز کے لیے پھر ایک مرتبہ سعی کرنا چاہتے ہیں۔

مگر مولف کے کام کی پوری پوری قدر کرنے کے باوجود یہ کہنا پڑتا ہے کہ ابھی اس تحریک کے اسباب اور اس کے نظام اور طریق عمل، اور اس کی کامیابیوں اور ناکامی کے اسباب، اور اس کے قوی اور کمزور پہلوؤں کے متعلق بہت کچھ مزید معلومات کی تلاش و جستجو ضروری ہے۔ نیز اس ذخیرۂ معلومات کو پوری طرح مفید بنانے کے لیے اس امر کی بھی ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ اسے بالکل سائنٹفک طریقہ پر مرتب کیا جائے اور تاریخ کے ایک محقق طالب علم کی طرح واقعات پر بے لاگ تنقید کی جائے۔ اگر ہمیں اپنے اسلاف کے کاموں اور ان کے تجربات سے اپنے حال کی اصلاح اور مستقبل کی تعمیر کے لیے پورا پورا فائدہ اٹھانا ہے تو سوانح نگاری کے

قدیم طرز میں کافی ترمیم کر کے عقیدتمندی کے عنصر کو کم اور تنقید و تحقیق کے عنصر کو بڑھانا پڑے گا۔

شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک | مولانا عبید اللہ سندھی۔ ضخامت ۲۱۶ صفحات۔ قیمت ؎۱ قسم اول ؎۔ کتاب خانہ پنجاب، لاہور۔

اس کتاب میں مولانا عبید اللہ صاحب نے اپنے مخصوص نقطۂ نظر سے شاہ ولی اللہ صاحب اور ان کے اتباع کی مساعی انقلاب و اصلاح کا ایک مجمل تاریخی نقشہ پیش کیا ہے جس میں شاہ صاحب کے ظہور سے لے کر جمنا نربدا سندھ ساگر پارٹی کے قیام تک کی تاریخ بالکل ایک نئے رنگ میں ہمارے سامنے آتی ہے۔ مولانا کا اصل بیان مجمل ہے جس سے ان کا مدعا پوری طرح واضح نہیں ہوتا، مگر حاشیہ پر ان کے تلمیذ رشید مولانا نور الحق صاحب علوی کی تشریحات مفصل ہیں جن سے مولانا کے بیان کو سمجھنے میں کافی مدد مل جاتی ہے۔ جہاں تک مولانا سندھی کی ذات کا تعلق ہے، کوئی شخص خواہ ان سے کتنا ہی اختلاف رکھتا ہو، بہرحال ان کے علم و فضل اور ان کی وسعت نظر اور ذکاوت و جودت سے انکار کی جرأت نہیں کر سکتا۔ اور اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ اس کتاب میں جو کچھ ان کے قلم سے نکلا ہے اور جو کچھ اُن سے استفادہ کر کے مولانا نور الحق صاحب نے لکھا ہے وہ بہت سے لطیف علمی نکات اور بیش قیمت معلومات پر مشتمل ہے جن کی قدر نہ کرنا ظلم ہوگا۔ لیکن بحیثیت مجموعی جب ہم اس کتاب کو دیکھتے ہیں تو اس میں تاریخ کم اور تاریخ سازی زیادہ نظر آتی ہے۔ اگر عالم برزخ میں شاہ ولی اللہ صاحب اور شاہ عبد العزیز صاحب اور اس سلسلہ کے دوسرے بزرگوں کو جمع کر کے یہ کتاب ان کے سامنے پیش کی جائے تو بعید نہیں کہ اپنے کارناموں کے اس مرقع کو دیکھ کر وہ حضرات خود بھی دنگ رہ جائیں۔ "حزب ولی اللّٰہی" کا جو نظام اور پروگرام بیان کیا گیا ہے اور معاصر تاریخ کے واقعات سے اس "حزب" کا تعلق جس طرح دکھایا گیا ہے اس کی بیشتر تفصیلات کے لیے غالباً قیاس کے سوا کوئی اور بنیاد نہیں ہے۔ رہے اس "حزب" کے اساسی نظریات، تو ان کی جو تعبیر مولانا نے اور ان کے فاضل شارح نے پیش کی ہے اس کے بعض اجزاء کو معنًی صحیح تسلیم کیا جا سکتا ہے مگر بیشتر اجزاء تعبیر و تفسیر کی حد سے متجاوز ہیں۔ ماضی کے واقعات کو جدید طرز پر مرتب کرنا، یا بزرگان سلف کے کام کو جدید اصطلاحات

میں بیان کرنا بجائے خود کوئی گناہ نہیں، لیکن اس ترتیبِ بیان میں ایسے تصورات ونظریات کو داخل کردینا جو اصلاً وہاں نہ تھے، ہمارے نزدیک کوئی صحیح طریقہ نہیں ہے۔ آخر اس میں کونسا امر مانع ہے کہ اپنے تصورات کو ہم خود اپنے ہی تصورات کی حیثیت سے پیش کریں؟ اگلوں کے کام میں ان کا سُراغ لگانے کی کیا ضرورت؟ "حزبِ ولی اللّٰہی" کی تاریخ بیان کرتے ہوئے مولانا نے حضرت سید احمد بریلوی اور ان کے متبعین کی صادق پوری جماعت کو جس رنگ میں پیش کیا ہے وہ اُس رنگ سے بہت مختلف ہے جس میں حضرت سید احمد کے معتقدین پیش کرتے ہیں۔ ان دو مختلف بیانات میں ایک ایک عنصر صداقت کا بھی معلوم ہوتا ہے، لیکن دونوں طرف مبالغہ کی رنگ آمیزی بھی اچھی خاصی نظر آتی ہے۔ ضرورت ہے کہ تاریخ کا ایک بے لاگ طالب علم اصل مآخذ کی چھان بین کرکے حقیقت کو جیسی کہ وہ فی الواقع تھی، جوں کا توں بیان کردے۔

اس "حزب" کی پوری تاریخ میں مولانا نے اگر کسی کوتاہی کی نشان دہی کی ہے تو وہ صرف حضرت سید احمد اور ان کے پورے متبعین کے طرزِ عمل سے متعلق ہے۔ اس حصہ کو مستثنیٰ کرکے وہ اس حزب کو بے عیب معیارِ حق کی حیثیت سے پیش فرماتے ہیں اور یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ اسی حزب کے اتباع میں حق اور راستی دائر و منحصر ہے۔ اس میں شک نہیں کہ تحزّب کا اقتضا یہی ہے کہ آدمی اپنی پارٹی کو اسی طرح پیش کرے۔ لیکن ہم اس حزب کے ایک ایک بزرگ کی خاکِ پا کو سُرمۂ چشم بنانے کے باوجود نہ تو یہ بات تسلیم کرسکتے ہیں کہ ان میں سے کوئی بھی غلطی وخامی سے پاک تھا، نہ یہ مان سکتے ہیں کہ جس قدر روشنی ہم کو ان کے علوم میں ملتی ہے بس وہی ہمارے لیے کافی ہے، اور نہ اس کے لیے تیار ہیں کہ ہدایت ورہنمائی کے لیے صرف اسی حزب کو واحد سرچشمہ تسلیم کرلیں۔ ہمیں اگر فی الواقع دینِ اسلام کو از سرِ نو ایک عالمگیر طاقت بنانا ہے تو ہمارے لیے ناگزیر ہے کہ ۱۳ سو برس کی طویل تاریخ میں دنیائے اسلام نے علم وعمل کے جس قدر بہترین نمونے پیش کیے ہیں ان سب کے فوائد اپنے دامن میں سمیٹنے کی کوشش کریں، اور قرآن وسنت کی روشنی میں ماضی وحال دونوں کو خوب دیکھ کر اور سمجھ کر خود اپنی ایک مستقل فکر پیدا کریں۔